

ہر قیمت پر امن قائم کیجئے!

جد باتیت کے بغیر حالات کو پر کھیے۔ مقامی تاریخ کے تناظر میں غور کیجئے۔ ملک کو انتہائی کرخت طریقے سے امن کی شاہراہ سے اُتار کر میدانِ جنگ بنادیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ غیر معمولی ہے۔ اس پر دلیل سے لکھنے اور بولنے کی بھرپور اجازت نہیں ہے۔ ترقی کرتے ہوئے پاکستان کو نہ صرف دنیا سے ڈھنی طور پر مختلف بنادیا گیا بلکہ اسکی فکری اساس ہی تبدیل کر دی گئی۔ موجودہ حالات میں نازک معاملات پر بات کرنی بے حد دشوار ہو چکی ہے۔ مگر یہ گفتگو کرنی آزدہ اہم ہے۔ کیونکہ ہماری بقاءِ جنگ میں نہیں بلکہ مکمل امن میں پوشیدہ ہے۔

جودوست باہر جاتے رہتے ہیں یا مغرب میں رہائش پذیر ہیں۔ ان سے پوچھیے کہ ہمارا مجموعی تاثر کیا ہے۔ غیر ملکی کیا سمجھتے ہیں اور ہمارے متعلق انکا استدلال کیا ہے۔ جواب بے حد تلخ ہے۔ آج کے پاکستان کو دنیا کی واضح اکثریت، ایک مشکل ترین ملک گردانی ہے۔ ایک ایسا ملک جو دنیا میں دہشت گردی پھیلانے کا کافی عرصے تک موجب بنا رہا۔ جس میں اُسامہ بن لادن سے لیکر لاکھوں جہادیوں کو تربیت دی گئی اور ان پیشہ و دہشت گردوں کے ذریعے مغربی ممالک میں تباہی کے ان گنت واقعات نے جنم لیا۔ اس بحث کو تھوڑی دیر کیلئے بھول جائیے، کہ یہ منفی تاثر غلط ہے یا نہیں۔ ہم دہشت گردی کا شکار ہیں یا اس فتح فعل میں بذات خود ملوث ہے ہیں؟ مگر اس غلط یا صحیح تاثر نے اتنی جڑ پکڑی ہے کہ اسے زائل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ طویل دورانیہ تک ہم کسی نہ کسی وجہ سے ہمسایوں کے معاملات میں دخل دیتے رہے۔ شکر ہے کہ یہ پالیسی اب ختم ہو چکی ہے۔ بہت بڑی وجہ یہ کہ دہشت گردی کے جس جن کو ہم نے عقیدے اور روایات کا رس پلاپلا کر جوان کیا تھا، وہ ہمارے ہی وجود پر چڑھ دوڑے ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں بلکہ متعدد واقعات نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہماری چند مذہبی جماعتیں اور گروہ باقاعدہ دہشت گردی میں ملوث رہے ہیں۔ بد قسمتی سے مذہب کو ایک ہتھیار کی طرح بے جاستعمال کیا گیا ہے۔ پچھتر ہزار پاکستانیوں کی جانبیں، وہ خراج ہیں، جو ہم سے وصول کیا جا چکا ہے۔ اگر فوج پوری طاقت سے اندر ونی یورش کا سد باب نہ کرتی، تو ہمارا ملک، افغانستان بن چکا ہوتا۔ شام بن چکا ہوتا۔ لیبیا میں تبدیل ہو جاتا یا میں کی طرح خون چاٹ رہا ہوتا۔ عسکری اداروں نے ہمارے ملک کو حقیقت میں دہشت گردوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچایا ہے۔ سب سے صائب تبدیلی یہ آئی ہے کہ موجودہ وزیر اعظم اور آرمی چیف نے داشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ ہم کسی کے کہنے پر کسی بھی جنگ کا حصہ نہیں بنیں گے۔ یہ اخلاقی جرأت، جزل ضیاء الحق اور جزل پروری مشرف میں قطعاً موجود نہیں تھی۔ حالیہ ایکشن کا نتیجہ، دراصل ضیاء الحق کی پیغم جہادی سوچ کی غیر معمولی نفی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ 2018 کے ایکشن میں ایک مخصوص گروہی سوچ رکھنے والے سیاستدان، خاک چاٹنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کیا ایک سال پہلے کوئی یقین کر سکتا تھا کہ مولانا نفضل الرحمن صاحب، سیاست کی بساط پر شہ مات کھا جائیں گے۔ محمودا چکزی صاحب، اپنے ہی علاقے میں ہر بیت ذدہ رہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ قائد اعظم ثانی صاحب، کرپشن کے الزامات میں عدالتی حکم پر جیل میں ہونگے۔ نہیں صاحب! کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر یہ ہوا ہے۔ مذہبی جماعتیں کامل طور پر عوام کے اعتماد کی کسوٹی پر پورا نہیں اُتر سکیں۔ جماعت اسلامی جیسا مربوط پریشر گروپ بھی

بے معنی ہو چکا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اسکے مختلف جوابات ہو سکتے ہیں طالبعلم کا جواب بے حد سادہ ہے۔ پوری قوم نے "امن" کے جھنڈے کو لیکر کہا ہے۔ یہ بنیادی نکتہ آپکے سامنے رہے تو موجودہ حالات، مکمل طور پر سمجھنے میں قادرے آسانی ہو جاتی ہے۔

اس معاملے میں ڈیوڈ جیمز نے بے حد فکر انگیز تحقیق کی ہے۔ اسکے مطابق 2019ء میں امریکہ کا دفاعی بجٹ سات سو سو لیکن ڈالر ہو جائیگا۔ کہہ ارض پر آدھے ملکوں کو جمع کر لیا جائے تو یہ مہیب بجٹ، ان تمام ممالک کے مجموعی بجٹ سے بھی زیادہ ہے۔ دنیا کے پندرہ طاقتوترین ممالک کے دفاعی بجٹ کو بھی اکٹھا کر لیا جائے، تب بھی یہ امریکہ کے جنگی بجٹ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ امریکہ کا موجودہ بجٹ چین سے چار سو گناہ زیادہ اور روس سے ایک ہزار گناہ بڑا ہے۔ دفاعی بجٹ کو چھوڑ دیئے۔ صرف سی آئی اے کا بجٹ 4 بلین ڈالر ہے۔ ڈیوڈ جیمز لکھتا ہے کہ اپنی مجموعی آزادی کے 239 برسوں میں امریکہ 222 سال لڑتا رہا ہے۔ امریکہ کی پوری دنیا میں ایک ہزار ملٹری اڈے ہیں۔ ڈیوڈ جیمز کے مطابق، امریکہ کسی بھی خطے میں جنگ ختم کرنے نہیں بلکہ موت کے شعلوں کو بھڑکانے میں اپنا فائدہ محسوس کرتا ہے۔ میڈیلین آں برائٹ کا بدنام زمانہ فقرہ، کہ "اگر عراق میں پانچ لاکھ مقامی بچے مارتے جاتے ہیں تو کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ یہ وہ سوچ ہے جسکا ادراک ضروری ہے۔ صرف امریکہ ہی نہیں، روس، چین، سویڈن، جمنی اور دیگر بظاہر پر امن ممالک، جنگ کے منفعت بخش کا روابر میں مکمل طور پر ملوث ہیں۔

نازک ترین نکتے کی طرف توجہ مرکوز کروانا چاہتا ہوں۔ کیا پندرہ سو سے دو ہزار بلین ڈالر کی جنگی انڈسٹری اسلیے بنائی گئی ہے کہ دنیا میں امن ہو۔ لڑائی ختم ہو جائے۔ ہرگز نہیں۔ معاملہ اس سے بالکل الٹ ہے۔ تمام طاقتور ملک، دنیا میں کسی بھی قیمت پر امن نہیں چاہتے۔ اگر حالات خراب رہے۔ یوقوف ممالک، آپس میں دست و گریباں رہے۔ تو فطری طور پر اسلحہ زیادہ سے زیادہ بکے گا۔ بلکہ خانہ جنگی کی صورتحال میں تو مونہہ مانگے دام وصول ہونگے۔ ایک ہزار ڈالر کی بندوق، پانچ یادیں ہزار ڈالر تک کی بکے گی۔ موت کے سوداگروں کی چاندی ہی چاندی ہو گی۔ جہاں جہاں، جنگ کے ظالم سائے چھائے رہے، وہاں وہاں غربت، جہالت، پسمندگی اور نفرت، ہزار جڑوں والے بر گد کے درخت کی طرح قائم رہیگی۔ ترتیب کو الٹا کر دیکھیے۔ جہاں جنگ نہیں ہو گی، وہاں خوشحالی، خوبصورتی اور با معنی زندگی جنم لیگی۔ اس استدلال کو سامنے رکھتے ہوئے عرض کروں گا "وار انڈسٹری" صرف ہتھیار نہیں بناتی، آبدوز یں اور فضائی لڑائی کے طیاروں کی فیکٹریاں ہی نہیں لگاتی۔ یہ وہ تمام عناصر کو پیدا کرتی ہے، جس سے افرا騰ری، خانہ جنگی، عدم تحفظ اور بھرپور لڑائی شروع ہو جائے۔ ذرا سوچیے، ہمارا ملک 1947ء سے لیکر 1977ء تک بالکل مختلف خطہ تھا۔ مذہبی رواداری اور برداشت کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ پھر ایک خاصل حکمت عملی سے ہماری سوچ کو تبدیل کیا گیا۔ ہاں، ایک بات عرض کرتا چلوں۔ پاکستان جس بے پناہ طریقے سے بے مثال ترقی کر رہا تھا، 1965 کی جنگ کروائی ہی اسلیے گئی کہ اس ملکی ترقی کو روکا جاسکے۔ کون سا سیاستدان، کسی غیر ملکی طاقت کا مہرہ بنایا، یہ سب تاریخ کا سیاہ حصہ ہے۔ مگر 1965 کی جنگ ہمارے ملک کو دہائیوں پیچھے لے گئی۔ ترقی کا عمل رُک گیا۔ 1977 کی خانہ جنگی میں وطن پرستی کے جذبے کو دونوں طرف سے ابھار کر، ہمارا وجود ہی ختم کر دیا گیا۔ سینکڑوں عوامل ہو سکتے ہیں۔ سیاسی، مذہبی، سماجی، لسانی

ہر طرح کے رُخ ہو سکتے ہیں۔ مگر 1977 میں امریکی اسلحہ بھی خوب خریدا گیا اور رومنی اسلحہ بھی بے پناہ بکا۔ ہندوستان اور پاکستان نے اسی اسلحہ کے زور پر بربادی کے وہ وہ کارنا میں سر انجام دیے کہ لکھتے ہوئے بھی مشکل پیش آتی ہے۔

ماضی کو چھوڑ دیئے گئے شیعہ سنی تفرقہات پر ایک دوسرے کو جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا۔ کوئی میں آج تک، ایک ہزارہ بھی کانوں میں نے مسلح کیا۔ کیسے شیعہ سنی تفرقہات پر ایک دوسرے کو جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا۔ کوئی میں آج تک، ایک ہزارہ بھی کانوں میں عذاب بنگر گونجا ہے۔ روئے کہہ رہی تھی کہ "انتہ تو کوئی میں دنبے ذبح نہیں ہوتے، جتنے شیعہ ہزارہ مار دیے جاتے ہیں"۔ معاملات دونوں طرف سے یکساں ناقص ہیں۔ سوچیے کہ اصل فائدہ کس کو ہوا اور ہورہا ہے۔ اسلحہ بنانا کریم یعنی واں ملکوں اور انکے سوداگروں کو۔ جو بھی لاش گرتی ہے، جو بھی گولی چلتی ہے، اس سے موت کے ان سوداگروں کے بینک بلنس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہمارے جیسے لوگ مذہبی فرقہ پرستی کو دین کی معراج سمجھتے ہوئے، انجانے میں ان تاجریوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہوتے ہیں، جنکا کسی بھی دین سے کوئی تعلق نہیں۔ انکا اصل دین توبے پناہ منافع ہے۔ اسلحہ یعنی واں ملکوں نے ہمارے جیسے ملکوں میں تفرقی پر و پیگنڈے کیلئے بے پناہ وسائل خرچ کیے ہیں۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ امریکی جریدے ثبوتوں کے ساتھ لکھتے ہیں، کہ شام، لیبیا اور یمن سے القائدہ کے جنگجوؤں کو امریکی طیارے افغانستان لیکر آئے ہیں۔ انہیں پاکستان کی سرحد کے نزدیک محفوظ پناہ گاہیں مہیا کی گئی ہیں۔ بے شمار اسلحہ دیا گیا ہے۔ تربیت دی جا رہی ہے۔ مشکل بات یہ ہے کہ ناقابل تردید ثبوت ہونے کے باوجود، کچھ بھی تسلیم نہیں کیا جا رہا ہے۔ پاکستان پر دباؤ کی اصل وجہ کیا ہے۔ سمجھئے۔ جود دنाक جنگ، "القائدہ" کے ذریعے ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بقتمنی سے اسکا توڑ، "افغانی طالبان" ہیں۔ قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ کوئی بھی عسکری گروہ درست ہے۔ عقل کو استعمال کریں، تو فوری طور پر سمجھ آ جاتا ہے کہ القائدہ کی پشت پناہی، دراصل پاکستان میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھنے کیلئے ہے۔ القائدہ کے دہشت گرد، حملہ ہی ہمارے ملک میں آ کر کرتے ہیں۔ بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں۔ اگر ہماری فوج، افغان سرحد پر باڑ لگا رہی ہے تو دوسری جانب سے گولہ باری کیوں کی جاتی ہے؟

مسئلہ یہ ہے کہ پہلی بار، پاکستان کی سیاسی حکومت اور عسکری اداروں نے فیصلہ کیا ہے کہ تعاون، امن کیلئے کریں گے۔ کسی بھی فریق کی جنگ میں حصہ دار نہیں بنیں گے۔ اگر جنگ کی حدت کم ہو جاتی ہے قتل و غارت رُک جاتی ہے تو یہ ورنی ممالک کی وارانڈ سٹری خسارہ میں چلی جائیگی۔ ان تمام قوتوں کی بھرپور کوشش ہے کہ کسی بھی طریقے سے ہم لوگ حالت جنگ میں رہیں۔ مگر اس وقت جذباتیت سے مکمل طور پر قطع نظر، ہر قیمت پر امن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اشد ضرورت!

راوی منظر حیات